حافظ عمران ایوب☆
تہذیب و ترتیب: فواد بھٹوی☆☆

محرم الحرام کے فضائل و مسائل

محرم الحرام ہجری تقویم کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد نبی اکرم ﷺ کے واقعہ ہجرت پر ہے۔ گویا مسلمانوں کے نئے سال کی ابتداء محرم کے ساتھ ہوتی ہے۔ ماہِ محرم کے جو فضائل و مناقب صحیح اَحادیث سے ثابت ہیں، ان کی تفصیل آئندہ سطور میں رقم کی جائے گی اور اس کے ساتھ ان بدعات و خرافات سے بھی پردہ اٹھایا جائے گا جنہیں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دین حق کا حصہ بنانے کی مذموم کوششیں کی گئی ہیں۔

❁ محرم حرمت و تعظیم والا مہینہ

قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾

''اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں مہینوں کی گنتی بارہ ہے، اسی دن سے جب سے آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے، ان میں سے چار مہینے ادب و احترام کے لائق ہیں، یہی درست دین ہے، لہٰذا ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔'' [التوبة:۳۶]

یعنی ابتدائے آفرینش ہی سے اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے مقرر فرما رکھے ہیں۔ جن میں چار کو خصوصی ادب و احترام اور عزت و تکریم سے نوازا گیا ہے۔ یہ چار مہینے کون سے ہیں ان کی تفصیل صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''زمانہ اپنی اسی حالت پر واپس لوٹ آیا ہے کہ جس پر وہ اس وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی تھی۔ سال کے ۱۲ مہینے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں،

☆ رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور
☆☆ متعلم ثالثہ کلیہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

تین تو لگاتار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا مضر قبیلے کا ماہِ رجب جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان ہے۔'' [صحيح البخاري:٤٦٦٢]

مذکورہ حدیث میں دو باتیں قابل توجہ ہیں، ایک تو یہ کہ محرم بھی حرمت والے مہینوں میں شامل ہے اور دوسری یہ کہ زمانہ اپنی سابقہ حالت وہیئت پر واپس لوٹ آیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دورِ جاہلیت میں بھی لوگ حرمت والے مہینوں کا احترام کرتے اور جنگ و جدل، قتل و غارت سے گریز کرتے تھے۔ ہاں اگر انہیں کبھی اس چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ اپنے طور پر مہینوں کی تقدیم وتاخیر کر لیتے۔ اگر بالفرض محرم کا مہینہ ہے تو اسے صفر قرار دے لیتے اور اس میں اپنا مقصد پورا کر لیتے اور اگلے مہینے کو حرمت والا سمجھ لیتے اور اس میں لڑائی جھگڑے موقوف کر دیتے۔ قرآن مجید میں اس عمل کو نسيء قرار دے کر زیادت کفر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ [التوبة:٣٧]

جس سال نبی اکرم ﷺ نے حج فرمایا، اس سال ذوالحجہ کا مہینہ قدرتی طور پر اپنی اصلی حالت پر تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے مہینوں کے اُدل بدل کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ زمانہ گھوم گھما کر اپنی اصلی حالت پر واپس لوٹ آیا ہے۔ دونوں باتوں کا حاصل یہی ہے کہ محرم اَدب و احترام والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اَدب واحترام والا بنایا جب کہ اس کے آخری رسول ﷺ نے اس کی حرمت کو جاری رکھا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے یہ بات ازخود سمجھ آ جاتی ہے کہ ماہ محرم کی حرمت وتعظیم کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعۂ شہادت سے کوئی تعلق نہیں اور وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں جو اس مہینے کی حرمت کی کڑیاں واقعہ کربلا اور شہادت حسینؓ سے ملاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں سورۃ التوبہ کی مذکورۃ الصدر آیت ﴿يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ...﴾ کے تحت ہی اس حرمت کا اعتبار ہوگا جو شریعت سے ثابت ہے کسی کی شہادت سے کسی سال، دن یا ماہ کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر کوئی دن بھی خالی نہ جاتا مثلاً اسی محرم میں ہی خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

محرم کی بے حرمتی

اَفسوس ہے کہ بہت سے لوگ ماہ محرم کی حرمت کو اتنا ہی پامال کرتے ہیں جتنا کہ اس کا لحاظ

رکھنے کی تائید کی گئی ہے۔

چند ایک صورتیں

① ماہ محرم کی حرمت کی پامالی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعۂ شہادت پر نالہ وشیون اور نوحہ و ماتم کیا جاتا ہے نیز دھاری دار آلات سے جسم کو زخمی کیا جاتا ہے۔ کسی کی شہادت یا وفات کے افسوس کا اظہار ہونا تو چاہیے، لیکن شرعی حدود میں رہتے ہوئے نہ کہ نوحہ وماتم اور گریبان چاک کرنے کے ساتھ۔ نوحہ وماتم کرنے والوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ»

[صحيح البخاري:١٢٩]

''وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جس نے رخسار پیٹے، گریبان چاک کیے اور دورِ جاہلیت کے بین کیے۔''

❁ محرم کی پامالی کی دوسری صورت

مسلمانوں کے مختلف گروہ آپس میں نہ صرف یہ کہ دست وگریبان ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو قتل بھی کرتے ہیں۔ تقریباً ہر ماہ محرم میں کسی نہ کسی مسجد یا امام بارگاہ میں معصوم لوگ دہشت گردی کی کارروائی کا شکار ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام عام دنوں میں قتل و غارت کو پسند نہیں کرتا تو پھر بھلا ماہ محرم میں کیسے اس چیز کی اجازت ہوسکتی ہے؟

❁ محرم کے روزوں کی فضیلت

رمضان المبارک کے روزے سال بھر کے دیگر تمام روزوں سے افضل ہیں البتہ رمضان کے ماسوا محرم کے روزوں کی فضیلت سب سے بڑھ کر ہے، جیسا کہ درج ذیل صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

❶ ...... «أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ: صَلَاةُ اللَّيْلِ» [صحيح مسلم:١١٦٣]

''رمضان المبارک کے بعد اللہ کے مہینے محرم کے روزے سب روزوں سے افضل ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز آدھی رات (یعنی تہجد) کے وقت پڑھی جانے والی نماز ہے۔''

صحیح مسلم کی ہی دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ:

❷...... "أيُّ الصَّلاةِ اَفضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ وَأيُّ الصِّيَامِ أفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ"

''فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز سب سے افضل ہے اور رمضان المبارک کے بعد کون سے روزے سب سے افضل ہیں؟ تو آپ ﷺ نے وہی جواب دیا جو پہلی حدیث [صحیح مسلم :۱۱۶۳] میں مذکور ہے۔''

❁ یوم عاشورا کے روزے کی فضیلت

① حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

«وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ»

[صحيح مسلم:۱۱۶۲]

''مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یوم عاشورہ کا روزہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔''

واضح رہے کہ 'عاشورا' عشر سے ہے جس کا معنی ہے دس اور محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورا کہا جاتا ہے۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

''قریش کے لوگ دورِ جاہلیت میں عاشورا کا روزہ رکھا کرتے اور نبی ﷺ بھی یہ روزہ رکھتے تھے پھر جب مدینہ تشریف لے آئے تو تب بھی عاشورا کا روزہ رکھتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا آپ ﷺ نے حکم دے رکھا تھا، البتہ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورا کی فرضیت ختم ہوگئی۔ لہٰذا اب جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔'' [صحيح البخاري:۲۰۰۲]

③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ یوم عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمان بھی اس دن روزہ رکھتے۔ پھر جب رمضان

کے روزے فرض ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

«إِنَّ عَاشُوْرَاءَ يَوْمٌ مِنْ أَيَّامِ اللهِ فَمَنْ شَاءَ دَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ»

[صحيح مسلم:١١٢٦]

''عاشورا اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک (معزز) دن ہے لہٰذا جو اس دن روزہ رکھنا چاہے، وہ روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔''

④ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''میں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ دنوں میں سے دسویں محرم (یوم عاشورا) کے اور مہینوں میں سے ماہ رمضان کے روزوں کے سوا کسی اور روزے کو افضل سمجھ کر اس کا اہتمام کرتے ہوں۔'' [صحيح البخاري:٢٠٠٦،صحيح مسلم:١١٣٢]

⑤ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''عاشورا کے روز یہودی عید مناتے تھے مگر آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھا کرو۔'' [صحيح البخاري:٢٠٠٥،صحيح مسلم:١١٣١]

ان روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی روایات ہیں جن سے یوم عاشورا کے روزے کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔

روزہ ۹ محرم کو یا ۱۰ محرم کو؟

اس حدیث جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ سال میں زندہ رہا تو ۹ تاریخ کا روزہ رکھوں گا۔ اس کے پیش نظر علماء کا اختلاف ہے کہ روزہ ۹ محرم کا رکھا جائے یا ۱۰ محرم کا؟ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ کو عملی طور پر ۹ کا روزہ رکھنے کا موقع نصیب نہ ہوسکا تاہم آپ ﷺ کا یہ فرمان ۱۰ رمحرم کے روزے کے لئے بطورِ ناسخ ہے اور اب صرف اور صرف ۹ رمحرم ہی کا روزہ رکھنا چاہئے جب کہ بعض اہل علم اس کے برعکس اس موقف کے حامل ہیں کہ نویں اور دسویں دونوں کا روزہ رکھنا چاہیے، کیونکہ اصل فضیلت والا دن تو دسویں محرم کا ہے۔

ہمارے خیال میں اس مسئلہ میں وسعت پائی جاتی ہے اس لئے مندرج دونوں صورتوں

میں سے کسی ایک صورت کے ساتھ ہی اسے خاص کر دینا اور اس کے برعکس دوسری کو غلط قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ ان دونوں صورتوں کے الگ الگ مضبوط دلائل موجود ہیں۔ مثلاً صرف نویں کا روزہ رکھنے کی دلیل صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے کہ آئندہ سال میں زندہ رہا تو نویں کا روزہ رکھوں گا۔ اب حدیث کے ظاہری الفاظ کا یہی تقاضا ہے کہ نویں ہی کا روزہ رکھا جائے۔ باقی رہی بات کہ اصل فضیلت تو دسویں محرم کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فضیلت کا معیار شریعت ہے۔ اگر شریعت دس کی بجائے نویں کو باعث فضیلت قرار دے دے تو پھر نویں ہی کی فضیلت سمجھی جائے گی اور یہی وجہ ہے کہ جب حکم بن اعرج نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یوم عاشورا کے روزے کا سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ

''جب محرم کا چاند دیکھ لو تو دن گننا شروع کر دو اور نویں تاریخ کو روزہ کے ساتھ صبح کرو۔''

سائل نہ پوچھا: ''کیا اللہ کے رسول ﷺ اسی دن روزہ رکھتے تھے؟'' تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! [صحیح مسلم:۱۱۳۳]

اگرچہ آنحضرت ﷺ دسویں محرم کا روزہ رکھتے رہے مگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے اس فرمان ''کہ آئندہ سال اگر میں زندہ رہا تو نویں کا روزہ رکھوں گا'' کی مناسبت کی وجہ سے کہہ دیا کہ نویں محرم کا روزہ رکھا جائے۔

دسویں کا روزہ رکھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اصل فضیلت والا دن دس محرم ہے اور اسی دن آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزہ رکھتے رہے۔ تاہم اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان کہ آئندہ سال میں نویں کا روزہ رکھوں گا، اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ میں دسویں کا روزہ چھوڑ دوں گا بلکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ دسویں کے ساتھ نویں کا بھی روزہ رکھوں گا تاکہ یہود و نصاریٰ کی بھی مخالفت ہو سکے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

«صُوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوْا الْيَهُوْدَ» [السنن الكبرىٰ للبيهقي:۲۷۸/۴]

''نویں اور دسویں (دونوں کا) روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔''

شیخ احمد عبدالرحمٰن البناء نے اس موقوف روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

ایک تیسری صورت

بعض اہل علم نے اس اختلاف سے بچتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ نو، دس اور گیارہ تینوں دن کے روزے رکھ لئے جائیں۔

دلیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث:

«صُوْمُوْا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَخَالِفُوْا فِيْهِ الْيَهُوْدَ صُوْمُوْا قَبْلَهٗ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهٗ يَوْمًا» [مسند أحمد:۲۴۱/۱، صحيح ابن خزيمة:۲۰۹۵، الكامل:۹۵۶/۳،السنن الكبرى للبيهقي:۲۸۷/۴]

''یوم عاشورا کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو (وہ اس طرح کہ) یوم عاشورا (دس محرم) کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو۔''

لیکن یہ ابن ابی لیلیٰ اور داؤد ابن علی نامی دو راویوں کی وجہ سے اس کی سند کمزور ہے۔لہٰذا یہ قابل حجت نہیں۔

اِحتیاط کا تقاضا

مذکورہ اختلافی مسئلہ میں اگر احتیاط کا پہلو مدنظر رکھا جائے تو پھر یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ ۹ اور ۱۰ دونوں کا روزہ رکھا جائے ، کیونکہ اگر شریعت کی منشا ۹ اور ۱۰ دونوں کا روزہ رکھنے میں ہوئی تو اس پر عمل ہوجائے گا اور اگر ۹ کا روزہ رکھنے میں ہوئی تو تب بھی ۹ کا روزہ رکھا جائے گا اور ۱۰ کا روزہ اضافی نیکی قرار پائے گا۔علاوہ ازیں اس طرح یوم عاشورا کی فضیلت اور یہود ونصاریٰ کی مخالفت دونوں پر ہی عمل ہوجائے گا۔

جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

''بعض اہل علم کے بقول صحیح مسلم میں مروی اس حدیث نبوی ﷺ کہ ''اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو ۹ کا ضرور روزہ رکھوں گا۔'' کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں۔① آنحضرت ﷺ کی مراد یہ تھی کہ یوم عاشورا کے روزے کے لئے ۱۰ کی بجائے ۹ کا روزہ مقرر کردیا جائے۔② آپ ۱۰ کے ساتھ ۹ کا روزہ بھی مقرر فرمانا چاہتے تھے۔اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ۹ اور ۱۰ دونوں کا روزہ رکھا جائے۔''

محرم میں روزوں کے منافی اُمور

جہاں ایک طرف اس مہینے میں روزوں کی فضیلت ہے وہاں ان روزوں کے منافی اُمور کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں دودھ، پانی اور مشروبات کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں، دیگیں پکائی جاتی ہیں اور لوگوں میں کھانا تقسیم کیا جاتا ہے، خوش ذائقہ ماکولات و مشروبات کا اہتمام کر کے فاتحہ خوانی کی محفلیں قائم کی جاتی ہیں۔ جوں جوں دسویں محرم کا دن قریب آتا ہے، توں توں ان امور کے دائرہ میں وسعت اور تیزی آتی چلی جاتی ہے۔

گویا محرم اور یوم عاشورا کے موقع پر آنحضرت ﷺ جتنا اہتمام روزے کا فرمایا کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی ترغیب دلاتے، دور حاضر کے مسلمان ماہ محرم میں اتنا ہی اس کے منافی دعوتوں اور ضیافتوں کا اہتمام کرنے لگے ہیں اور پھر اسے یقینی بنانے اور مسلسل قائم رکھنے کے لئے سرکاری طور پر ملک بھر میں چھٹی بھی منائی جاتی ہے۔

بعض لوگ مذکورہ اُمور کے ثبوت کے لئے شرعی و عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ مثلاً یہ کہ

① یزید کے لشکروں نے شہدائے کربلا کا پانی بند کر دیا تھا، اس لئے شہدائے کربلا سے اظہارِ محبت کے لئے ضروری ہے کہ ان کے نام پر پانی ہی نہیں بلکہ اچھے اچھے مشروبات کی بھی سبیلیں لگائیں جائیں۔

② شہدائے کربلا کے اَرواح کے اِیصال ثواب کے لئے ماکولات و مشروبات کا اہتمام کر کے فاتحہ خوانی کی محفلیں قائم کرنی چاہئیں۔

یہ تمام دلائل بے بنیاد ہیں اور قرآن و سنت میں ان کا سرے سے کوئی ثبوت نہیں۔ مزید تحقیق کے لیے دیکھئے: [الموضوعات لابن الجوزي:۲/۲۰۳، الموضوعات الکبریٰ:۳۴۱، مجموع الفتاوی:۲/۳۵۴]

راہِ اعتدال

ان تمام بدعات و خرافات سے کنارہ کشی کرتے ہوئے واقعہ کربلا کو عظیم سانحہ قرار دیا جائے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے سیاسی اختلافات سپردِ خدا کر کے خاموشی کی راہ اختیار کی جائے!